قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر۔ابو سعید

Online Edition

جمعۃ المبارک 17 ستمبر 2021ء | 09 صفر 1443 ہجری قمری | 17 تبوک 1400 ہجری شمسی | جلد:3 | شمارہ:221

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿۱۴﴾

(الحجرات:14)

ترجمہ: اے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا اور ہمیشہ باخبر ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’تقویٰ کے مختصراً معنی بتاتا ہوں۔تقویٰ کا مطلب ہے نفس کو خطرے سے محفوظ کرنا اور شرعی اصطلاح میں تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ نفس کو ہر اس چیز سے بچانا جو انسان کو گناہگار بنادے۔ اور یہ تب ہوتا ہے جب ممنوعہ اشیاء سے بچا جائے بلکہ اس کے لئے بعض اوقات جائز چیزوں کو بھی چھوڑنا پڑتا ہے۔مثلاً رمضان میں پاک اور جائز چیزوں سے بھی مومن اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے رک جاتا ہے۔ تو بہرحال اصل تقویٰ یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہر اس چیز سے بچانا جو گناہوں کی طرف لے جائے۔ اور یہ ہر مسلمان کے لئے فرض ہے چاہے وہ کسی قوم کا ہو۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں پوچھے گا کہ تم فلاں قوم کے ہو جو امیر ہے اس لئے تمہیں کچھ چھوٹ دی جاتی ہے۔ یا تم فلاں قوم کے ہو جو ترقی یافتہ نہیں اس لئے چھوٹ دی جاتی ہے۔نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے یہ عذر قابل قبول نہیں ہوں گے۔ اس لئے ہر ایک کو اپنے آپ کو ہر برائی سے بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور ہر نیکی کو بجالانے کے لئے تمام تر صلاحیتوں کو استعمال کرنا چاہئے۔ تبھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم امام الزمان کی جماعت میں شامل ہیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ 26 مارچ 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

فرمان رسول ﷺ

نیکی بدی کے اثر کو مٹا دیتی ہے

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تم جہاں بھی رہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور بدی کے بعد نیکی کرو، نیکی بدی کے اثر کو مٹا دیتی ہے۔

(مسند احمد بن حنبلؒ۔ مسند الانصار۔ حدیث ابی ذر الغفاریؓ حدیث نمبر 21403)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

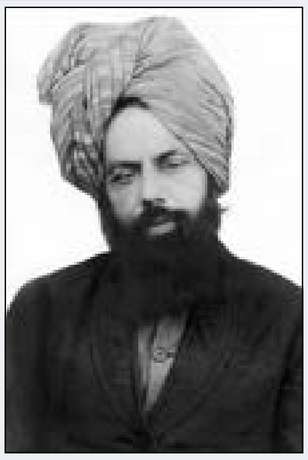

اولاد کی خواہش کریں مگر ایک شرط کے ساتھ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’جب تک اولاد کی خواہش محض اس غرض کے لئے نہ ہو کہ وہ دین دار اور متقی ہو اور خدا تعالیٰ کی فرمانبردار ہو کر اس کے دین کی خادم بنے، بالکل فضول بلکہ ایک قسم کی معصیت اور گناہ ہے۔ اور باقیات صالحات کی بجائے اس کا نام باقیات سیئات رکھنا جائز ہوگا۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں صالح اور خدا ترس اور خادم دین اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو اس کا یہ کہنا بھی نرا ایک دعویٰ ہی دعویٰ ہوگا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت میں ایک اصلاح نہ کرے۔ اگر خود فسق و فجور کی زندگی بسر کرتا ہے اور منہ سے کہتا ہے کہ میں صالح اور متقی اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو وہ اپنے اس دعویٰ میں کذاب ہے۔ صالح اور متقی اولاد کی خواہش سے پہلے ضروری ہے کہ وہ خود اپنی اصلاح کرے اور اپنی زندگی کو متقیانہ زندگی بناوے۔ تب اس کی ایسی خواہش نتیجہ خیز خواہش ہوگی۔ اور ایسی اولاد حقیقت میں اس قابل ہوگی کہ اس کو باقیات صالحات کا مصداق کہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم، صفحہ 370-371، ایڈیشن 1984ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خاص طور پر احمدیوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’بیعت کی خالص اغراض کے ساتھ جو خدا ترسی اور تقویٰ پر مبنی ہیں دنیا کے اغراض کو ہرگز نہ ملاؤ۔ نمازوں کی پابندی کرو، اور توبہ و استغفار میں مصروف رہو، نوعِ انسان کے حقوق کی حفاظت کرو اور کسی کو دکھ نہ دو، راستبازی اور پاکیزگی میں ترقی کرو تو اللہ تعالیٰ ہر قسم کا فضل کر دے گا۔ عورتوں کو بھی اپنے گھروں میں نصیحت کرو کہ وہ نماز کی پابندی کریں۔ اور ان کو گلہ شکوہ اور غیبت سے روکو۔ پاکبازی اور راستبازی ان کو سکھاؤ۔ ہماری طرف سے صرف سمجھانا شرط ہے اس پر عملدرآمد کرنا تمہارا کام ہے‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 434 ایڈیشن 1988ء)

اس شمارہ میں

- نیلے افق میں طلوع کہیں دور جا بسا (منظوم)
- مولانا دوست محمد شاہد
- دنیا کی پہلی کار الیکٹرک تھی
- میرا نام رقیہ اور شفاء بھی ہے

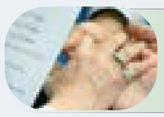

دربارِ خلافت

احمدی اور ان کی دعائیں پاکستان کے لئے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پاکستان میں بھی 23؍مارچ کو یومِ پاکستان منایا جارہاہے اور اس حوالے سے بھی پاکستانی احمدیوں کو مَیں کہوں گا کہ دعا کریں کہ جس دور سے آج کل ملک گزر رہاہے وہ انتہائی خطرناک ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ملک کو بچائے۔ احمدیوں کی خاطر ہی اس کو بچائے۔ کیونکہ احمدیوں نے اس ملک کو بچانے کی خاطر بہت دعائیں کی ہیں لیکن پھر بھی یہی کہاجاتا ہے اس لئے چند حقائق بھی مَیں پیش کروں گا کہ احمدی کس حد تک اس ملک کے بنانے میں اپنا کردار ادا کرتے رہے؟

’دورِ جدید‘ ایک اخبار تھا، اُس نے 1923ء میں چوہدری ظفراللہ خان صاحب کے متعلق یہ لکھا کہ ’’پنجاب کونسل کے تمام مسلمانوں نے (جو) (یقیناً مسلمانانِ پنجاب کے نمائندے کہلانے کا جائز حق رکھتے ہیں) جبکہ یہ ضرورت محسوس کی کہ پنجاب کی طرف سے ایک مستند نمائندہ انگلستان بھیجا جانا چاہئے تو عالی جناب چوہدری ظفراللہ خان صاحب ہی کی ذاتِ ستودہ صفات تھی جس پر اُن کی نظرِ انتخاب پڑی۔ چنانچہ چوہدری صاحب نے اپنا روپیہ صرف کر کے اور اس خوبی اور عمدگی سے حکومتِ برطانیہ اور سیاسینِ انگلستان کے روبرو یہ مسائل پیش کئے جس کے مداح نہ صرف مسلمانانِ پنجاب ہوئے بلکہ حکومت بھی کافی حد تک متأثر ہوئی......

(اخبار دورِ جدید لاہور 16 اکتوبر 1923ء بحوالہ تحریک پاکستان میں جماعت احمدیہ کی قربانیاں از مرزا خلیل احمد قمر صفحہ 11)

یہ وہ واقعات ہیں اور وہ روشن حقائق ہیں جن سے کم از کم اخباری دنیا کا کوئی شخص کسی وقت بھی انکار نہیں کرسکتا۔

پھر ممتاز ادبی شخصیات میں سے مولانا محمد علی جوہر صاحب ہیں۔ اپنے اخبار ’’ہمدرد‘‘ مؤرخہ 26؍ستمبر 1927ء میں لکھتے ہیں کہ:

’’ناشکری ہوگی کہ جناب میرزا بشیرالدین محمود احمد اور اُن کی اس منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنے تمام تر توجہات، بلا اختلافِ عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وقف کر دی ہیں......اور وہ وقت دور نہیں جبکہ اسلام کے اس منظم فرقے کا طرزِ عمل سوادِ اعظم اسلام کے لئے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمتِ اسلام کے بلند بانگ و در باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں، مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔‘‘

(اخبار ’’ہمدرد‘‘ مورخہ 26 ستمبر 1927ء بحوالہ تعمیر و ترقئ پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار صفحہ 7)

یعنی مولانا محمد علی جوہر صاحب بھی نہ صرف جماعت احمدیہ کی کوششوں کو سراہ رہے ہیں بلکہ جماعت احمدیہ کو مسلمان فرقہ میں شمار کر رہے ہیں۔ جبکہ آجکل تاریخِ پاکستان میں سے احمدیوں کا نام نکالنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اور آئینی لحاظ سے مسلمان تو وہ لوگ ویسے ہی تسلیم نہیں کرتے۔ پھر اسی طرح ایک بزرگ ادیب خواجہ حسن نظامی نے گول میز کانفرنس کے بارہ میں لکھا کہ:

’’گول میز کانفرنس میں ہر ہندو اور مسلمان اور ہر انگریز نے جو چوہدری ظفراللہ خان کی لیاقت کو مانا اور کہا کہ مسلمانوں میں اگر کوئی ایسا آدمی ہے جو فضول اور بے کار بات زبان سے نہیں نکالتا اور نئے زمانے کی پولیٹکس پیچیدہ کو اچھی طرح سمجھتا ہے تو وہ چوہدری ظفراللہ خان ہے۔‘‘

(اخبار ’’منادی‘‘ 24 اکتوبر 1934ء بحوالہ تعمیر و ترقئ پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار صفحہ 24)

پھر ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی صاحب لکھتے ہیں کہ ’’گول میز کانفرنس کے مسلمان مندوبین میں سے سب سے زیادہ کامیاب آغا خان اور چوہدری ظفراللہ خان ثابت ہوئے۔‘‘

(اقبال کے آخری دو سال صفحہ 16 بحوالہ تعمیر و ترقئ پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار صفحہ 24)

یہ بھی ایک کتاب ہے ’’اقبال کے آخری دو سال‘‘ اور اس کی ناشر اقبال اکیڈمی پاکستان ہے۔

پھر حضرت قائداعظم نے خود سیاست میں واپس آنے کے بارے میں ہندوستان واپس جانے کے بارے میں فرمایا کہ:

’’مجھے اب ایسا محسوس ہونے لگا کہ مَیں ہندوستان کی کوئی مدد نہیں کرسکتا۔‘‘ (جب یہ واپس چلے گئے تھے ہندوستان چھوڑ کے، انگلستان آ گئے تھے) ’’نہ ہندو ذہنیت میں کوئی خوشگوار تبدیلی کرسکتا ہوں، نہ مسلمانوں کی آنکھیں کھول سکتا ہوں۔ آخر مَیں نے لنڈن ہی میں بود و باش کا فیصلہ کر لیا۔‘‘

(قائداعظم اور ان کا عہد از رئیس احمد جعفری صفحہ 192 بحوالہ تعمیر و ترقئ پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار صفحہ 8)

یہ رئیس جعفری صاحب کی کتاب ’’قائداعظم اور ان کا عہد‘‘ میں یہ درج ہے۔ تو اُس وقت جماعت احمدیہ نے ان کو واپس لانے کی کوشش کی، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے امام مسجد لنڈن مولانا عبدالرحیم درد صاحب کو بھیجا کہ قائداعظم پر زور ڈالیں کہ وہ واپس آئیں اور مسلمانوں کی رہنمائی کریں تا کہ اُن کے حق ادا ہوسکیں۔ آخر قائداعظم ہندوستان واپس گئے اور مسلمانوں کی خدمت پر کمربستہ ہونے کی حامی بھر لی اور بے ساختہ انہوں نے یہ کہا کہ:

The eloquent persuasion of the Imam left me no escape

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 102 جدید ایڈیشن)

یعنی امام مسجد لنڈن کی جو فصیح و بلیغ تلقین اور ترغیب تھی، اُس نے بھی میرے لئے کوئی فرار کا رستہ نہیں چھوڑا۔

(خطبہ جمعہ 23 / مارچ 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

نیلے افق میں طالع کہیں دور جا بسا

نیلے افق میں طالع کہیں دور جا بسا
پردیس میں وہ آنکھوں کا اب نور جا بسا
دے کر ہماری آنکھوں کو اشکوں کی وہ رتیں
جنت کی سر زمین پہ مغفور جا بسا
وہ چاندنی بکھیرنے افریقہ تھا گیا
ٹوٹا جو چاند اس کا واں سب نور جا بسا
بچھڑا بھری بہار میں خوشبو بھرا گلاب
مٹی بھی مہکے اس میں اک منصور جا بسا
پیارا تھا وہ حضور کا جو صبح نور تھا
بن کر شہید تاروں میں مسرور جا بسا
خادم تھا اور غلام تھا دین متین کا
قربان ہو کے دور وہ مشہور جابسا
اہل وفاکےسلسلے کا تھا وہ شہسوار
طے کرنے رستے نور کےوہ دور جا بسا
زخمی دلوں کو کرکے وہ اک سیل غم عطا
خود عرش کی زمین پہ مبرور جا بسا

عبدالجلیل عباد۔ جرمنی

***

امۃ الباری ناصر۔امریکہ

محترم مولانا دوست محمد شاہد مؤرخ احمدیت کی حوصلہ افزائی اور تحسین

(نوٹ از ایڈیٹر) یادرفتگاں کے حوالہ سے ایک نئی طرز پر لکھا گیا یہ ایمان افروز مضمون ہے۔ جو قلم کاروں کو جماعتی اور اپنے خاندانی بزرگوں کی سیرت پر قلم اٹھانے کی دعوت عام دے رہا ہے۔ قارئین کرام سے ان جیسی نابغہ روزگار علمی ہستیوں پر مضامین لکھ کر ادارہ الفضل کو بھجوانے کی درخواست ہے)

سلسلہ کا ادنیٰ ترین خادم
درِ خلافت کا خادم
ایوانِ خلافت کا کفش بردار
ایوانِ خلافت کا خاکِ در
خاکِ پائے مسرور

یہ وہ عاشقانہ اور عاجزانہ الفاظ ہیں جو محترم مولانا دوست محمد شاہد مؤرخ احمدیت اپنے خطوط میں والسلام کے بعد لکھتے تھے۔ القاب آداب تسلیمات کا بھی اپنا انداز تھا۔ یہی عاجزانہ راہیں انہیں خدمت کے مقام محمود عطا کرگئیں۔ خاکسار نے اپنی ٹیم کے ساتھ لجنہ کی خدمت کے دوران آپ کے علم اور دعاؤں سے بہت فیض پایا۔ تحدیثِ نعمت کے طور پر کچھ ذکر خیر کرتی ہوں۔

دنیا سے رخصت ہونے والے کے ساتھ اس کی دعائیں رخصت نہیں ہوجاتیں ہمیشہ ساتھ رہتی ہیں تاہم ایک ارضی رابطہ ٹوٹ جانے سے محرومی کا دکھ بھرا احساس تکلیف دیتا رہتا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ مولانا مرحوم کو غریق رحمت فرمائے ہمارے شعبہ اشاعت پر ان کے گراں قدر احسانات تھے۔ جن کو یاد کرتے ہوئے ہم ان کے درجات کی بلندی کے لیے دعا گو ہیں۔ کہاں علم وعمل کے ہمالیہ اور کہاں ہم جیسے نوآموز حقیر سنگریزے! اس پر ان کا التفات ان کی اعلیٰ ظرفی، علم دوستی اور للّٰہی تعاون کے جذبے کا ثبوت ہے۔ لجنہ کی کتب کی اشاعت کے منصوبے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کے ساتھ جس ہستی کا سب سے زیادہ تعاون حاصل رہا وہ محترم مولانا صاحب ہی تھے یہ محض فضل و احسان خداوندی ہے کہ حضرت سلطان القلمؑ کی فوج میں شامل ہونے کی سعادت بخشی اور ایسے راہنما عطا فرمائے جو اعلیٰ ظرفی اور خوش دلی سے حوصلہ افزائی کریں۔

اس عظیم مؤرخ احمدیت کے اصلاحی نوٹس، مفید مشوروں اور دعاؤں سے معطر خطوط ہمارے پاس تاریخ کی امانت ہیں۔ ان خطوط کے مطالعہ سے جہاں محترم مولانا صاحب کے لیے دعا کی تحریک ہوگی وہاں قارئین کرام ہمارے لیے بھی دعائیں کریں گے کہ بہتر رنگ میں خدمت کی توفیق ملتی رہے۔

مولانا دوست محمد شاہد

ہم نے صد سالہ جشن تشکر کی مناسبت سے ایک کتاب ’صد سالہ تاریخ احمدیت‘ تیار کی جس میں سَو سال کی تاریخ مختصر سوال و جواب کی صورت میں جمع کی۔ یہ ہماری اٹھارہویں پیشکش تھی۔ آپ نے مسودے کا ایک ایک لفظ پڑھ کر اصلاح کی جس سے کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوا۔

آپ نے 3/ مئی 1989ء کے مکتوب میں تحریر فرمایا:

”مسودہ تاریخ کی ترتیب و تدوین میں ممبرات لجنہ نے جو غیر معمولی عرق ریزی اور کاوش کی ہے اس سے میں بہت متاثر ہوا ہوں۔ نظارت اشاعت نے بھی اسے مفید اور قابل اشاعت قرار دے کر اس کی افادیت پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔ میرے نزدیک اس کی ایک بھاری خصوصیت یہ ہے کہ اس سے حضرت مصلح موعودؓ کے ایک نہایت اہم ارشاد مبارک کی تعمیل ہوئی ہے۔ حضورؓ نے جلسہ سالانہ 1937ء کے موقع پر فرمایا:

”ہر علم کے متعلق کتابیں لکھی جائیں۔ تا لوگ ان سے فائدہ اٹھا سکیں بلکہ بعض کتابیں سوال جواب کے رنگ میں لکھی جائیں تا جماعت کا ہر شخص ان کو اچھی طرح ذہن نشین کرے اس کے بعد جماعت کا فرض ہے کہ وہ ان باتوں پر عمل کرے۔“

(انقلاب حقیقی صفحہ 116)

پیش لفظ میں ایک تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا محولہ بالا فرمان سپرد قلم ہو دوسرے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا درج ذیل اقتباس بھی شامل کرلیں:

” تاریخ کو جاننا اور خصوصاً اپنی تاریخ کا جاننا ہم سب کے لئے ضروری ہے کیونکہ انسان اور کسی جماعت کی زندگی اپنے ماضی سے کلیۃً منقطع نہیں ہوتی۔ مجھے یہ احساس ہے کہ بہت سے احمدی گھروں میں سلسلہ کی تاریخ اور حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ کے واقعات دہرائے نہیں جاتے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتب میں بعض جگہ خود ان واقعات کی تصویر کھینچی ہے ان واقعات کو بچوں کے سامنے دہرانا چاہئے .... ہماری یہ ایک معمور تاریخ ایک کامیاب تاریخ ہے۔“

(الفضل 10 جولائی 1973ء صفحہ 3 تا 5)

”کولمبس نے امریکہ دریافت کرلیا“

شعبہ اشاعت کے تحت لجنہ کی طرف سے دو مجلّے ”المحراب“ شائع ہوئے 1989ء میں پہلا مجلّہ صد سالہ جشن تشکر اور لجنہ کراچی کے قیام پر پچاس سال گزرنے پر شائع کیا گیا۔ یہ مجلّہ قدرے تاخیر سے محترم مولانا صاحب کی نظر سے گزرا اس پر جو داد ملی وہ بہت جاندار ہے۔ 30/ جون 1993ء کے مکتوب میں تحریر فرمایا:

”آج سلسلے کے ایک ریسرچ ورک کے دوران مجلّہ المحراب کا صد سالہ جشن تشکر کے سلسلے میں لجنہ کراچی نمبر دیکھنے کا موقع ملا۔ اولین مطالعہ سے ہی دل باغ باغ ہوگیا اور آپ سب کے لئے بہت دعائیں نکلیں مگر ساتھ ہی سخت حیرت و افسوس ہوا کہ ہم اس قیمتی علمی یادگار سے نہ صرف ناواقف بلکہ محروم ہیں ایسا لگا گویا کولمبس نے امریکہ دریافت کیا ہے۔

لجنہ کراچی نے بارہ برس میں جو محیر العقول خدمات سرانجام دی ہیں خدائے ذوالعرش آئندہ اس سے بھی بڑھ کر شاندار کامیابیوں سے نوازے۔ خدا تعالیٰ سب کو اپنی رضا کے تاج سے مزین فرمائے اور قلوب کو نور ایمان سے معمور رکھے اور ہاتھوں کو عملی قوت کی بجلیوں سے بھر دے۔“

اس مجلّے میں ہم نے آٹوگراف بک کی طرز پر کچھ رفقاء کرام اور اکابرین جماعت کے دستخط شائع کئے۔ اس میں بھی ہمیں محترم مولانا نے مدد دی۔ جب ہم نے آپ کو اپنے منصوبے سے آگاہ کیا تو آپ نے بہت سراہا اور آپ کے دماغ کے کمپیوٹر نے فوراً نشان دہی کردی کہ مواد کہاں سے ملے گا۔ ایک صاحب کو بلا کر فرمایا کہ لکھیں رجسٹر نمبر... بکس نمبر... میں چار سو اصحاب کرامؓ کے ہاتھ کی تحریر اور دستخط موجود ہیں ان کو فوٹو کاپی کروا دیں، یہ چٹ خلافت لائبریری کے لائبریرین صاحب کو بھجوا دی اور ہمیں مطلوبہ خزانہ مل گیا۔ داد دیجئے مولوی صاحب کی حاضر دماغی کی کہ انہیں بکس نمبر اور رجسٹر نمبر سب یاد تھا۔

دوسرا ’المحراب‘ 1991ء میں جلسہ ہائے سالانہ کے سو سال مکمل ہونے پر سو واں جلسہ سالانہ نمبر نکالا گیا۔ ہماری خواہش تھی کہ جلسہ سالانہ کے موضوع پر ایسا مجلّہ شائع کیا جائے کہ ہر جہت سے مکمل سیر حاصل ہو۔ موضوعات کے چناؤ میں محترم مولانا صاحب سے مشورہ لیا اور قلمی معاونت کی درخواست کی گئی آپ نے بکمال شفقت ایک معرکۃ الآراء مقالہ ہمیں عنایت فرمایا جس کا موضوع تھا ”جلسہ سالانہ کی ارتقائی منزل۔ جدید اقوام متحدہ کی تعمیر“ بلاشبہ اس مقالے سے ہمارے مجلّہ کے وقار میں اضافہ ہوا۔ یہ حسین مجلّہ 1991ء کے جلسہ سالانہ پر قادیان پہنچا اور بہت پسند کیا گیا۔ ہماری خوش نصیبی تھی کہ مجلّہ کی اشاعت کے بعد جماعت کراچی کے

تیسرے جلسہ سالانہ کے موقع پر مولانا صاحب کراچی تشریف لائے ہم نے موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے ان کے اعزاز میں ایک تقریب منعقد کی۔ 30 /اپریل 1992ء کو گیسٹ ہاؤس کے خوبصورت سبزہ زار پر شکرانے کی ایک تقریب منعقد کی جس کے مہمان خصوصی محترم مولانا صاحب تھے۔ صدر لجنہ محترمہ امۃ الحفیظ محمود بھٹی صاحبہ نے شعبۂ اشاعت کا مختصر تعارف پیش کیا۔جس کے بعد مولانا صاحب سے خطاب کی درخواست کی گئی۔ ہم نے اس خطاب کو آڈیو کیسٹ میں محفوظ کر لیا۔ درج ذیل تقریر اسی آڈیو سے لکھی گئی ہے

خطاب مکرم مولانا دوست محمد شاہد

یہ ایک نہایت مبارک مقدس اور یادگار تقریب ہے۔حضرت مصلح موعودؓ جب پہلی دفعہ سفر یورپ سے واپس تشریف لائے اس سفر کے دوران حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے ان کے فراق میں اپنی سب سے پہلی نظم کہی تھی۔حضرت مصلح موعودؓ نے نہایت والہانہ انداز میں جہاں سفر کی اور برکات کا ذکر فرمایا وہاں فرمایا کہ یہ بھی ایک عظیم برکت ہوئی ہے کہ ہماری بہن کو اللہ تعالیٰ نے جو عظیم الشان قوتیں اور استعدادیں شعروسخن کی بخشی تھیں ان کا انکشاف اس سفر کے دوران ہوا ہے۔ ان کی زندگی میں میرے سفر کے دوران جو طوفان اٹھا اس سے ان کی زندگی میں نئے باب کا آغاز ہوا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے سفر ہجرت کے نتیجے میں پوری دنیائے احمدیت کے قلوب پر ایک حیرت انگیز اثر ہوا ہے۔ ہر ملک ہر جماعت اور ہر گوشہ ہر دل اس سے متاثر ہوا ہے۔

کراچی لجنہ، جماعت کراچی کے امیر اور جماعت کراچی کو اللہ تعالیٰ نے جو عظیم الشان خدمات کی توفیق بخشی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

انہیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں
زبان میری ہے بات ان کی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خود اپنی زبانِ مبارک سے جس کا تذکرہ کیا ہو وہ اس حقیقت کا اظہار ہے کہ عرش کا خدا بھی ان خدمات پر خراجِ تحسین پیش کر رہا ہے اس واسطے کہ امام کی آواز در اصل خدا کی آواز ہوتی ہے۔

گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود

یہی امامت کا منصب ہے۔ یہ ایک عظیم الشان چیز ہے۔ یہ اللہ کے فضلوں میں سے ایک بڑا فضل ہے۔ میں اس تقریب کو ایک اور زاویۂ نگاہ سے دیکھتا ہوں اور وہ زاویۂ نگاہ محمد عربی ﷺ کے خدا نے خود قرآن میں پیش فرمایا ہے۔آخری سورتوں کی تفسیر میں خود مصلح موعودؓ نے یہ ثابت کیا ہے کہ آخری زمانہ میں جب آنحضور ﷺ کی دوبارہ بعثت ہوگی۔ تو خواتین بھی دینِ محمد ﷺ کی کامیابی اور سرفرازی کے لئے قربانیاں دیں گی۔ یہ عظیم الشان پیشگوئی آج تمام دنیا میں پوری ہو رہی ہے۔ اور مبارکباد کے لائق ہے لجنہ کراچی کہ خدا نے اس کو بھی اس میں شامل ہونے کی سعادت بخشی ہے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی ’تذکرۃ الشہادتین‘ میں یہ پیشگوئی موجود ہے کہ میں تو ایک بیج ہوں جو بویا گیا وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور پھیلے گا اور پھلے گا۔ بیج کے لفظ سے ظاہر ہے کہ جس قدر بھی جماعتی تنظیمیں ہیں عنقریب دنیا کی بڑی تنظیموں کی جگہ لینے والی ہیں جلسہ سالانہ اس دن کے لئے ایک بیج ہے جب نوجوانانِ احمدیت اور خواتین احمدیت خانہ کعبہ کے گرد جمع ہونے والے عشاقِ رسول ﷺ کی خدمت کی توفیق پائیں گے۔ نوجوانوں کی تنظیمیں انٹرنیشنل تنظیموں کی جگہ لیں گی۔ بین الاقوامی جگہ پر آج خواتین کی کوئی تنظیم موجود ہی نہیں۔ لجنہ اماء اللہ کی شکل میں ایک بین الاقوامی تنظیم ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے دنیا میں پیدا کردی ہے۔ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جس خلوص و محبت سے خلیفۂ وقت کی دعائیں شامل ہیں لجنہ کی ٹیم کا قافلہ ہر میدان میں کامیاب و کامران ہوگا اور ہر آنے والا دن پہلے سے زیادہ اس کی خدمات کو نمایاں کرنے والا ہوگا۔ اللہ کرے لجنہ کراچی کو اس رنگ میں خدمت کی توفیق ملے کہ آئندہ نسلوں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہو۔

بڑھیں اور ساتھ دنیا کو بڑھائیں
پڑھیں اور سارے عالم کو پڑھائیں
یہ قصر احمدی کے پاسباں ہوں
یہ ہر میدان کے یارب پہلواں ہوں

آمین اللّٰھم آمین۔ یہ مبارک تقریب ہمارے لئے یادگار ثابت ہوئی۔

اسی زمانے میں یہ خبر آئی کہ محترم مولانا صاحب کو گرفتار کرلیا گیا ہے بڑی تکلیف دہ خبر تھی جس نے ہر احمدی کو تڑپا کر رکھ دیا جماعت غیر معمولی آزمائشوں اور ابتلاؤں سے گزر رہی تھی ہر گھڑی کوئی دلدوز خبر سننے میں آجاتی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی دوری ہی کم تکلیف دہ نہ تھی اس پر ایسے واقعات پہاڑ بن کر گرتے۔ ایک نظم ہوگئی جو الفضل میں چھپی۔

وہ دوست محمدؐ کے ہیں شاہد ہیں خدا کے
مولا نے انہیں گود میں رکھا ہے بٹھا کے
قامت میں وہ خلدون سے بالا ہیں مؤرخ
آتا ہے مقدر سے نصیبا کوئی پا کے
پہلے بھی اسیروں کو نہیں بھولے تھے ہم لوگ
اس تازہ مصیبت نے تو رکھا ہے ہلا کے
بھٹکی ہوئی روحوں کی بھی تقدیر نے سُن لی
رکھا ہے دیا روزنِ زنداں میں جلا کے
کرتے ہیں دعائیں جو ہمارے لئے دن رات
ہیں ان دنوں محتاج وہ خود خاص دعا کے
کس پیار سے ذکر ان کا کیا کرتے ہیں آقا
پارکھ ہیں قدر دان ہیں وہ صدق و صفا کے
جب تک نہ اسیروں کی رہائی کے ہوں ساماں
اب مستقل اٹھے ہی رہیں ہاتھ دعا کے

محترم مولانا صاحب نے خاکسار کی اس کاوش کو پسند فرمایا۔ 28 مارچ 1991ء کو ایک مکتوب میں لکھا:

’’آپ کا منظوم کلام آپ کی اس بے پناہ محبت وعقیدت کا آئینہ دار ہے۔ جو سلسلہ احمدیہ اور اسیرانِ راہ مولیٰ کے لئے آپ کے قلب صافی میں بحر مواج کی طرح موجزن ہے۔ مَیں خلیفۂ وقت کے غلاموں کا ادنیٰ ترین غلام اور چاکر ہوں اور یہ غلامی اور کفش برداری کا اعجاز ہے کہ خاکسار کی اسیری کی خبر نے پوری دنیائے احمدیت کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور اس کے نتیجے میں ہزاروں لاکھوں قلوب کی دعائیں خدا کے عرش پر تہلکہ مچانے کا موجب بن گئیں اور خدائے ذوالعرش کی نظر کرم نے ہم مجبوروں کے لئے قید خانے کا پھاٹک کھول دیا۔‘‘

ہمارے سلسلے کی بتیسویں کتاب ’حوا کی بیٹیاں اور جنت نظیر معاشرہ‘ یہ خصوصیت رکھتی ہے کہ اس کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے از خود ارشاد فرمایا تھا اور خطابات بھیجے تھے۔ بہت خوبصورت کتاب شائع ہوئی۔ اس پر حضرت مولانا صاحب نے داد اور دعا سے نوازا۔ پھر کلامِ طاہر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا منظوم کلام ہم نے بڑی محبت سے آرٹ پیپر پر گلوسری کے ساتھ شائع کیا۔ جو آپ کو پسند آیا۔تحریر فرمایا:

’’کلام طاہرؒ کا نہایت نفیس دوسرا ایڈیشن بھی جو بیش قیمت اضافوں کے ساتھ منظر عام پر آیا ہے۔ آپ کی نظر کرم سے احقر کو موصول ہوگیا ہے۔ اس عظیم پیشکش پر تہ دل سے مبارک باد عرض ہے۔

(مکتوب 23 دسمبر 1996ء)

ہماری کتاب نمبر 57 ’احمدیت کا فضائی دور‘ دیکھ کر آپ نے دعا دی

’’خدا کرے 100 کا ٹارگٹ جلد تکمیل پا جائے اور کوثر وتسنیم کی یہ سب علمی نہریں بار بار اشاعت کی صورت میں قیامت تک جاری و ساری رہیں‘‘

(مکتوب 4 مئی 1999ء)

یہ دعا قبول ہوئی اور ہماری نصف سے زیادہ کتب کی بار بار اشاعت ہورہی ہے۔ قادیان سے بھی چھپ رہی ہیں اور ویب سائٹ پر بھی آرہی ہیں۔ ہماری کتب کے شاروں کو آگے بڑھتے ہوئے دیکھ کر وہ ہماری خوشی میں شامل ہوتے اور خطوط میں اس کا ذکر فرماتے۔

’’مبارک صد مبارک‘‘

سن 2000ء میں منظر عام پر آنے والی کتابوں میں سیرتِ نبوی کے سلسلے کی تیسری کتاب ’ہجرت سے وصال تک‘ اور ’انسانی جواہرات کا خزینہ‘ بشریٰ داؤد کی قابلِ قدر علمی تحقیق کا ثمر تھیں خاکسار کی ’حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا بچپن‘ اور ’حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مشاغل تجارت اور شادی‘ سب ایک ساتھ بھیجیں

مکرم مولانا صاحب نے دعاؤں سے نوازا۔تحریر فرمایا:

’’صد سالہ جشن تشکر کے سلسلہ میں لجنہ کراچی کی طرف سے گراں قدر تالیفات کی اشاعت پر مبارک صد مبارک

ان سے لٹریچر میں نہایت مفید اضافہ ہوا ہے۔ لجنہ کراچی اور آپ کی سب کارکنات کے لئے اس عظیم اور جلیل القدر خدمت پر دل سے دعائیں

نکلتی ہیں۔ یہ ایک مثالی کارنامہ ہے جس کی سعادت لجنہ کراچی کے حصے میں آرہی ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْوَبَارِکْ۔ دوبارہ مبارک باد''

چونتھویں کتاب مکرم عبدالسمیع ایڈیٹر الفضل کا والدین کے احترام پر نتیجۂ فکر 'جنت کا دروازہ' تھی۔ پھر خاکسار کی ''حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا آغازِ رسالت' شائع ہوئی۔ 'کونپل' کا سندھی زبان میں ترجمہ کروایا گیا تاکہ چھوٹے بچوں کو ان کی زبان میں آسانی سے دینی باتیں سکھائی جاسکیں۔ خلافت لائبریری میں تیار کردہ ایک کتاب 'ربوہ منظوم کلام' کراچی سے چھپی۔ یہ ایک منفرد کتاب ہے جس میں ربوہ دارالہجرت کے بارے میں احمدی شعراء کا ربوہ کے بارے میں منظوم کلام جمع ہے۔ مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب کو یہ پیشکش بھی پسند آئی رقم طراز ہیں:

'67 ویں شاندار اور بہار آفریں کتاب 'ربوہ' پر دل کی گہرائیوں سے اور جذباتِ تشکر کے ساتھ مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ ربِ جلیل لجنہ کراچی کو پہلے سے بڑھ کر خدماتِ جلیلہ کی توفیق عطا فرمائے اور ہر احمدی خاتون اور ناصرات کا دل اسی طرح علم و معرفت سے لبریز کردے جس طرح بحیرۂ عرب سمندر کے قطروں سے پُر ہے۔

مجھے یقیں ہے کہ قادیاں سے محمدؐ کا غلغلہ اٹھے گا
جہاں جہاں ہم فنا ہوئے ہیں وہاں وہاں قافلہ اٹھے گا
ہماری مٹی نئے زمانوں کے معبدوں میں اذان دے گی
ہمارے جسموں پہ ہے جو بیتی وہ خاکِ ربوہ نشان دے گی

خاکسار کی ''حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی دعوت الی اللہ اور ہجرتِ حبشہ'' کو اڑسٹھواں نمبر ملا۔ کتاب دیکھ کر مکرم مولانا دوست محمد شاہد نے حوصلہ افزائی کی:

'جَزَاکُمُ اللّٰہُ 'دعوت الی اللہ اور ہجرت حبشہ کی شاندار پیش کش پر شکریہ اور دلی مبارک باد۔ یہ ماشاء اللہ اس سال کی ابتدائی مجاہدانہ قلمی خدمات کا مرقع ہے۔ ربِ العرش اپنے دربارِ عام میں سندِ قبولیت سے نوازے اور ہر لحہ ممبرات لجنہ کراچی کو روح القدس سے معمور رکھے تا یہ خطہ جلد اسلام کے نور سے جگمگا اُٹھے

بطحا کی وادیوں سے جو نکلا تھا آفتاب
بڑھتا رہے وہ نورِ نبوت خدا کرے
قائم ہو پھر سے حکمِ محمدؐ جہان میں
ضائع نہ ہو تمہاری یہ محنت خدا کرے'

اس کے بعد 70 نمبر پر خاکسار کی 'حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ شعب ابی طالب اور سفر طائف' منظر عام پر آئی۔ مکرم مولانا دوست محمد شاہد نے بہت حوصلہ افزائی فرمائی:

'شعب ابی طالب و سفر طائف' جیسی نہایت نفیس اور سادہ و سلیس زبان سے مزین اور بیش قیمت تاریخی معلومات پر مشتمل کتاب ملی۔ ضلع کراچی کی مطبوعات کا سلسلہ 70 تک پہنچ گیا ہے اَللّٰھُمَّ زِدْوَبَارِکْ۔ امۃ الباری ناصر صاحبہ کی خدمت میں بھی صمیم قلب سے ہدیۂ تبریک۔ ربِ کریم ان کے علم و قلم اور ایمان و عرفان میں مزید بے پناہ برکت بخشے ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ'

(مکتوب 2002-3-16)

درثمین اردو کی تیاری کے سلسلے میں آپ سے ایک تحقیقی نکتے پر فیصلے کی ضرورت تھی۔ خاکسار نے بصد ادب گزارش کی کہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے پُر معارف منظوم کلام کا روح پرور مجموعہ۔ درثمین۔ کا پہلا ایڈیشن کب منظر عام پر آیا؟ آپ نے اس کے جواب میں ایک مبسوط مضمون تحریر کیا:

''درثمین کا پہلا ایڈیشن اور اس کی سو سالہ اشاعتوں پر طائرانہ نظر''

یہ طائرانہ نظر کسی زاغ و زغن کی نہ تھی ایک عقاب کی تھی جس کی دور رس نگاہوں سے تاریخ کا کوئی پہلو اوجھل نہیں رہتا۔ (یہ مضمون چھپ چکا ہے) آپ نے خاکسار کو پہلے ایڈیشن کے سرورق کی فوٹو کاپی بھی عنایت کی جو درثمین اردو مع فرہنگ کی زینت بنی۔ درثمین کی کراچی سے اشاعت کے بعد جب ان سے ملنے کے لئے گئے تو عجیب پُرمسرت گرمجوشی سے آپ نے درثمین کی تعریف کی اور بہت دعاؤں سے نوازا۔ ہم قلم کے مزدوروں کو اسی نعمت کی لالچ ہوتی ہے جو آپ وافر عنایت کرتے تھے۔

مرزا غلام قادر احمد صاحب کو خاندان مسیح موعودؑ میں سب سے پہلے جان کی قربانی کرنے والے کا اعزاز حاصل ہے۔ خاکسار کی خواہش تھی کہ کتاب میں کماحقہ خراج تحسین پیش کیا جائے کوئی پہلو ادھورا اور تشنہ نہ رہے۔ کوئی غلطی راہ نہ پائے۔ اس لئے مسودہ آپ کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ کا بڑاپن کہ میری مبتدیانہ کاوش کو خوب سراہا۔ مزید نکھارنے کے لئے چارصفحات پر مشتمل اصلاحات لکھ کر بھیجیں۔ ان کے علاوہ بہت سی چھوٹی چھوٹی ہدایات سے نوازا، مثلاً سن مکمل لکھا جائے 35ء نہیں 1935ء تحریر ہو۔ ملکی قوانین کے مطابق متبادل الفاظ لکھے جائیں۔ جن سے مجھے بہت مدد ملی۔

انسائیکلو پیڈیا کی دو جلدیں

ستترویں اور اٹھترویں نمبر پر دو جلدوں میں 'مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیلؓ' ہیں۔ یہ 2004 ء میں شائع ہوئی۔ پہلی جلد 720 اور دوسری 558 صفحات پر مشتمل ہے۔

مؤرخ احمدیت نے اپنے مکتوب محررہ 4 /جولائی 2004ء میں تحریر فرمایا:

''مضامین حضرت میر محمد اسمٰعیلؓ'' تصوف و اخلاق کا مرقع گویا انسائیکلو پیڈیا کی دو جلدوں میں زیور طبع سے آراستہ ہوا ہے اس شاندار پیشکش پر مسیح الزماں کے الہامی الفاظ میں:

سو مبارک

جشن تشکر کے سلسلہ میں لجنہ کراچی نے دنیا بھر میں حسین 'معلومات آفریں اور بیش قیمت لٹریچر شائع کرنے کا ریکارڈ قائم کر دکھایا ہے جو حیرت انگیز بات ہے۔ ربّ کریم اپنی آسمانی افواج کے ذریعے روح القدس سے تائید خاص فرمائے آمین

اناسی ویں کتاب 'مختصر تاریخ احمدیت' ہے جو 2004 ء میں شائع ہوئی۔ یہ مکرم شیخ خورشید احمد اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل ربوہ نے مرتب کی تھی۔ کینیڈا منتقل ہونے کے بعد اس کی اشاعت کے حقوق لجنہ کراچی کو دے دیئے۔ ہم نے اس میں بعض گزشتہ سہو کی اصلاح اور خلافتِ خامسہ کے 2003ء تک کے اضافوں کے ساتھ شائع کروائی کتاب کا موضوع تاریخ تھا ہمیں مؤرخ احمدیت سے سند اور دعائیں ملیں۔

''صد سالہ جشن جوبلی کے سلسلہ میں 'جماعت احمدیہ کی مختصر تاریخ' جیسی جامع اور مستند معلومات پر مشتمل پیشکش پر

سو مبارک باد

یہ دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا کہ اس نئے ایڈیشن میں خلافت خامسہ کے انقلاب آفریں عہد کے 2003 ء تک کے روح پرور واقعات بھی زیب اشاعت ہیں۔ جملہ کارکنات ادارہ اشاعت کی خدمت میں ہدیۂ سلام وتبریک۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عہد حاضر میں دین کی نصرت یعنی لسانی اور قلمی جہاد کرنے والے خوش نصیبوں کی شان و عظمت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا ہے:

اگر امروز فکرِ عزتِ دیں در شما جوشد
شما را نزدِ اللّٰہ رتبت و عزت شود پیدا

پھر جناب الٰہی میں دعا کی:

کریما صد کرم کن بر کسے کو ناصرِ دین است
بلائے او بگردان گر گہے آفت شود پیدا''

وہ ایک شفیق باپ کی طرح ہمیں قدم قدم چلتے ہوئے دیکھ کر خوش ہوتے۔ تحریر فرمایا:

مبارک ہو قلمی جہاد کی 85 ویں منزل تک لجنہ کراچی پوری آب و تاب کے ساتھ پہنچ گئی ہے۔ جو خدا کا فضل اور خلفاء کی دعاؤں کا زندہ و تابندہ نشان ہے

بر کسے چوں مہربانی مے کنی
از زمینی آسمانی مے کنی

(مکتوب 22 نومبر 2005ء)

کلام محمود اور بخار دل پر ایک ساتھ کام ہو رہا تھا۔ اس دوران ربوہ جانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ محترمہ برکت ناصر صاحبہ کے ساتھ آپ سے ملنے مؤرخ احمدیت، کے دفتر پہنچے۔ بورڈ نہ بھی لگا ہوتا تو دفتر کی وضع بول رہی تھی کہ یہ کیسی بلند پایہ علم دوست ہستی کا دفتر ہے۔ ہمیشہ کی طرح گرمجوشی سے ملے۔ ذرہ نوازی تھی کہ ہمیں بہت سا وقت دیا۔ 'بخار دل' کے ذکر پر ان کی نگاہیں اپنے علمی خزانے کی طرف ایک خاص زاویے سے اٹھیں ایک کتاب اٹھائی۔ یہ ایک پرانی کتاب ''قادیان گائیڈ'' تھی اس میں سے کچھ صفحات فوٹو سٹیٹ کروا کے ہمیں دیئے کہ ان میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کی ایک نظم قادیان کے بارے میں چھپی ہے۔ دیکھ لیں یہ شامل ہے یا نہیں۔ الحمدللہ کہ وہ شامل تھی'

''شاہی ایڈیشن کو چار چاند لگا دیئے''

مؤرخ احمدیت مکرم دوست محمد شاہد نے اپنے مکتوب محررہ 12 /

ستمبر 2006ء میں تحریر فرمایا:

’’کلام محمود اور بخارِ دل کے لازوال اور لاثانی شعری ’علمی‘ ادبی اور روحانی خزانے ملے فَجَزَاکُمُ اللّٰہُ ثُمَّ جَزَاکُمُ اللّٰہُ۔ دونوں عارفانہ مجموعہ ہائے کلام ظاہری ومعنوی کمالات کا شاہکار ہیں جو شب و روز کی محنتِ شاقہ سے منظرِ عام پر آئے ہیں خصوصاً کلامِ محمود جس کے آخر میں فرہنگ Glossary نے اس شاہی ایڈیشن کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ سب کو اس قلمی جہاد میں ہر قدم پر اور ہر لحظہ روح القدس اور آسمانی افواجِ ملائک کے ساتھ نصرتِ خاص فرمائے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے الہامی وآسمانی الفاظ میں:

مبارک سو مبارک

حضرت امام عالی مقام مہدی الزمان مسیح دوراں نے 18/اکتوبر 1906ء یعنی ایک صدی پیشتر دربارِ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

’ایک آدمی جس کے دل میں یہ بات ہو کہ خدا کے واسطے کام کرے وہ کروڑوں آدمی سے بہتر ہے‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 65)

مبارک ہو لجنہ اماء اللہ کراچی کی ہر رکن خدا کے مرسل و مسیح کی اس بھاری بشارت کی مصداق نظر آرہی ہے۔

ہم تہی دست ترے در پہ چلے آئے ہیں
لطف سے اپنے عطا کر یدِ بیضا ہم کو‘‘

فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ‘‘

(مکتوب 26/ جنوری 2006ء)

چھیاسی ویں کتاب ’آپ بیتی‘ از حضرت ڈاکٹر محمد اسمٰعیل

’’آپ بیتی کا دلکش اور بیش بہا تحفہ ملا اور دل سے جملہ کارکنات کے لئے بہت دعائیں نکلیں آپ سب مردانہ وار اشاعت کے جہاد میں پرچم لہراتے ہوئے نہایت برق رفتاری سے بڑھتی جارہی ہیں

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

(15/ دسمبر 2007ء)

ہماری گیارہویں کتاب ’ایک بابرکت انسان کی سرگزشت‘ کا دوسرا نظر ثانی شدہ ایڈیشن 2007ء میں شائع ہوا تو ہمیں مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب سے بہت خوب صورت داد ملی۔ یکم نومبر 2007ء کو لکھا:

’جَزَاکُمُ اللّٰہُ۔ ’ایک بابرکت انسان کی سرگزشت‘ جیسی تازہ‘ گراں قدر اور محققانہ تالیف دیکھ کر دل باغ باغ اور روح تازہ ہوگئی۔ بالخصوص اس لئے کہ عنوان اور مضمون دونوں نے ایک جدید پیرایہ میں ضیافتِ طبع کا دلکش سامان پیدا کر دیا ہے۔ جو نفسیاتی اعتبار سے بہت مفید ہے‘

’’یہ رسول اللہ ﷺ کا خزانہ ہے‘‘

ہماری ستاسی ویں کتاب ’کرنہ کر‘ بھی حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیلؓ کی تحریر کردہ ہے۔ جسے خوب صورتی سے نمبر لگا کر ترتیب سے صفائی سے لکھوا کر شائع کرنے پر مکرم دوست محمد صاحب شاہد سے بہت شاباش ملی لکھتے ہیں:

’’حضرت میر صاحب کا وہ شاندار رسالہ جو بیسویں صدی کے وسط میں خاکسار نے پہلی دفعہ پڑھا تھا۔ آپ کے طفیل ایک نئی شان سے طبع ہو کر ابھی ملا جشن جوبلی اور اس مبارک کتاب کی:

سو مبارک

لجنہ کراچی کی سب ہی معزز ممبرات کی خدمت میں صمیمِ قلب سے ہدیہ تبریک۔ اگر غانا کی لجنہ نے ظاہر ضیافتِ مہمانانِ مسیح موعودؑ میں ریکارڈ قائم کیا ہے تو ممبرات کراچی نے طویل عرصہ پر پھیلے ہوئے علمی مائدہ سے پوری جماعت میں حقائق و معارف پہنچانے کی توفیق پائی ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا خزانہ ہے جس کی تقسیم مسیح الزماںؑ کے ہاتھوں مقدر تھی۔

شہِ لولاک یہ نعمت نہ پاتے
تو اس دنیا سے ہم اندھے ہی جاتے
رسائی کب تھی ہم کو آسماں تک
جو اڑتے بھی تو ہم اُڑتے کہاں تک‘‘

(10/مئی 2008ء)

’تواریخ مسجد فضل لندن‘ از حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیلؓ یہ کتاب پہلے 1927ء میں شائع ہوئی تھی اور نایاب ہو چکی تھی لجنہ کراچی نے یہ کتاب نئے سرے سے کمپوز کروا کے مع نایاب تصاویر شائع کی یہ ہماری اٹھاسی ویں کتاب ہے۔ اس سے قبل حضرت میر صاحبؓ کے مضامین دو جلدوں میں 1280 صفحات۔ بخار دل 304 صفحات۔ آپ بیتی 220 صفحات۔ کرنہ کر 78 صفحات پر مشتمل شائع کر چکے تھے۔ اس کتاب کے ساتھ یہ سیٹ مکمل ہوا۔ حضرت میر صاحبؓ کو ایسی مسجد کی تاریخ مرتب کرنے کی توفیق ملی جو آئندہ جماعت احمدیہ میں ایک مرکزی حیثیت اختیار کرنے والی تھی اس مسجد نے چار خلفاء کرام کو سربسجود ہوتے دیکھا۔

حضرت میر صاحبؓ نے مسجد کے آغاز سے افتتاح تک سب شواہد جمع کردیئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ 1924ء میں یورپ کے دورے پر تشریف لے گئے تھے اسی دورے میں آپ نے 19/ اکتوبر 1924ء کو مسجدِ فضل کا سنگِ بنیاد رکھا آپ کے دورے کی رپورٹیں قادیان آتیں حضرت میر صاحبؓ نے ان رپورٹوں کو ترتیب دے کر بہت خوب صورتی اور لگن سے آغاز سے افتتاح تک کی تاریخ مرتب فرمائی جو ہر لحاظ سے ایک قیمتی دستاویز ہے۔ اس وقت کے اخباری تراشوں سے واضح ہوتا ہے کہ مسجد کے افتتاح کو غیر معمولی اہمیت ملی۔

ہماری نواسی ویں کتاب ’رفقاء احمد کی قبولیتِ دعا کے واقعات‘ از مکرم عطاء الوحید باجوہ مربی سلسلہ نے تحریر کی۔ اور ہم نے 2011ء میں شائع کی۔ مکرم مولانا صاحب نے لکھا:

’’سالِ نو کی صد مبارک اور ایمان افروز کتاب ’رفقاء احمد کی قبولیتِ دعا کے واقعات‘ کے دو نسخے عطا کرنے پر بے حد شکریہ۔ فَجَزَاکُمُ اللّٰہُ۔ لجنہ اماء اللہ کراچی کے مسلسل قلمی جہاد کی اس نئی پیش کش کو بھی عرش پر سند قبولیت کا شرف عطا ہو اور بندگانِ الٰہی کے لئے دعاؤں کی تحریک کا مؤثر اور کارگر ذریعہ بنا دے تا وہ زندہ ایمان کی اس چٹان پر کھڑے ہو جائیں کہ

غیر ممکن کو یہ ممکن سے بدل دیتی ہے
اے مرے فلسفیو زورِ دعا دیکھو تو‘‘

(7/جنوری 2009ء)

حرفِ آخر۔ دو مفید اقتباس

مکرم مولانا صاحب نے ایک دفعہ فرمایا دو حوالے لکھ لیں مجھے لجنہ کراچی کا کام دیکھ کر ان کا خیال آتا ہے۔ ان ہی بابرکت حوالوں سے چھوٹے چھوٹے اقتباس پیش کر کے منہ میٹھا کرتے ہیں۔

1۔ ’وہی قوم ترقی کرسکتی ہے جس کی ساری عورتوں کا دینی معیار بلند ہو۔ وہ جواں ہمت اور حوصلہ مند ہوں۔ وہ مصائب و مشکلات کی پروا کرنے والی نہ ہوں۔ وہ دین کے لئے ہر قسم کی قربانی پر تیار رہنے والی ہوں۔ وہ جرأت اور بہادری کی پیکر ہوں اور وہ اپنے اخلاص اور اپنے جوش اور اپنی محبت میں مردوں سے پیچھے نہ ہوں‘

(تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ 54)

2۔ ’بے شک محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاں کوئی نرینہ اولاد نہیں رہی جس سے آپؐ کی جسمانی نسل چلتی مگر جہاں تک روحانی اولاد کا سوال ہے ہم دیکھتے ہیں کہ یہ اولاد محمد رسول اللہ ﷺ کو ملی اور اتنی کثرت سے ملی کہ اس کی نظیر دنیا کے کسی نبی میں بھی نظر نہیں آتی اسی چیز کا ذکر آیت خاتم النبیین میں کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ گو محمد رسول اللہ ﷺ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں جس کے آپ باپ کہلا سکیں مگر خدا تعالیٰ آپؐ کی روحانی اولاد کو قیامت تک جاری رکھے گا جو ہمیشہ آپؐ کے نام کو جاری رکھے گی۔۔۔ اگر کسی کو روحانی اولاد مل جائے اور وہ اس کے نام اور کام کو دنیا میں پھیلائے تو یہ اس کی بہت بڑی کامیابی کہلائے گی۔۔۔ گویا اس سورۃ میں اس بات کی پیش گوئی کی گئی تھی کہ آئندہ محمد رسول اللہ ﷺ کو روحانی اولاد دی جائے گی چنانچہ اس وقت جو تم یہاں بیٹھی ہو تم بھی محمد رسول اللہ ﷺ کے روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد ہو اور تم اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ کا نظارہ دیکھ رہی ہو۔۔۔ کوثر سے مراد ایک تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں کی وہ صاحب خیر کثیر ہیں اور ایک کوثر سے مراد تم ہو۔ جنہیں خدا تعالیٰ نے بڑی کثرت بخشی ہے‘

(الازہار لذوات الخمار صفحہ 188)

اس سارے عرصہ میں اپنے بزرگوں کو بہت شفیق پایا ان مہربانوں کی حوصلہ افزائی اور ٹھنڈے میٹھے سایے میں خدمت کرنا سہل ہوگیا۔ ایک عاجزانہ درخواست ہے کہ سب للّٰہی خدمت گزاروں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اللہ تبارک تعالیٰ سب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مدثر ظفر

دنیا کی پہلی کار الیکٹرک تھی

ماحولیاتی آلودگی سے پریشان دنیا آج روایتی فوسل فیول (تیل) سے جان چھڑا کر بجلی سے چلنے والی گاڑیوں کے دور میں داخل ہو رہی ہے۔ تیل سے چلنے والی گاڑیوں کی نسبت بیٹری پر چلنے والی گاڑیاں تیزی سے مقبول ہو رہی ہیں۔ لیکن آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ دنیا میں بنائی جانے والی پہلی کار الیکٹرک تھی۔ جی ہاں، اس بات پر یقین کرنا شاید مشکل ہو لیکن برقی کاروں کی طرف موجودہ رجحان کوئی نیا نہیں البتہ اس رجحان کو ہم تاریخ کا دہرایا جانا کہہ سکتے ہیں۔ 1900ء کے ابتداء میں 40فیصد گاڑیاں تیل کی بجائے برقی بیٹریوں سے چلتی تھیں۔ 38 فیصد گاڑیاں بھاپ انجن سے جبکہ صرف 2 فیصد گاڑیاں روایتی تیل سے چلائی جاتی تھیں۔ بیٹری پر چلنے والی یہ گاڑیاں 1935ء تک دنیا سے تقریباً ناپید ہوگئیں تھیں۔ 1835ء میں پہلی بار بجلی سے چلنے والی کار تھامس ڈیون پورٹ نے بنائی تھی۔ یہ پہلی ہائیڈروجن کار کے 30 سال بعد بنائی گئی تھی۔ جبکہ گیسولین انجن 1870ء کے بعد بننا شروع ہوئے تھے۔ وہیں پہلی پروڈکشن کار 1885ء میں کارل بینز کی جانب سے بنائی گئی تھی جو بعد میں مرسڈیز بینز کہلائی۔ روڈلف ڈیزل نے 1900ء میں ہونے والے پیرس عالمی میلے میں اپنے ڈیزل انجن کو مونگ پھلی کے تیل سے چلایا۔ 1900ء کے ابتدائی عشروں میں انٹرنل کمبشن انجن نے بڑی تیزی سے دنیا میں مقبولیت حاصل کی۔ یہ انجن تیزی سے بھاپ کے انجنوں کو پیچھے چھوڑ رہے تھے۔ بھاپ سے چلنے والے انجن سرد موسم میں گرم ہونے میں 45 منٹ لگا دیتے تھے۔ پانی کی محدود گنجائش ہونے کے باعث بھاپ سے چلنے والی گاڑیاں زیادہ فاصلہ طے نہیں کر سکتی تھیں۔ گیسولین پر چلنے والی گاڑیاں ان کی نسبت زیادہ موزوں تھیں۔ البتہ ان کے انجن چالو کرنے کے لیے کافی زیادہ مشقت کرنا پڑتی تھی۔ یہ گاڑیاں بہت زیادہ شور کرتی اور لرزتی تھیں۔ ان تمام نقائص کو دیکھتے ہوئے برقی کاریں ذاتی استعمال کے لیے بہت زیادہ سودمند تھیں۔ یہ بالکل بھی شور نہیں کرتی تھیں، انہیں اسٹارٹ کرنے میں مشقت نہیں کرنا پڑتی تھی اور گیسولین اور بھاپ والی گاڑیوں کی نسبت انہیں چلانا نہایت آسان تھا۔ شہر کے اندر اور کم فاصلہ تک سفر کے لیے برقی کاریں بہت موزوں تھیں۔ کاروں کے حوالہ سے بڑے نام جیسا کہ ''فیڈرک پورش'' پورش موٹر کمپنی کے مالک اور تھامس ایڈیسن سمیت متعدد افراد برقی گاڑیوں کے ہی دلدادہ تھے۔ حتیٰ کہ پورش کی پہلی کار 1898ء میں الیکٹرک ماڈل تھی جو Loaner Porsche کے نام سے جانی جاتی تھی۔ ایک سال بعد تھامس ایڈیسن نے برقی گاڑیوں کو نسبتاً طویل سفر کے لیے موزوں بیٹریاں بنانے پر کام شروع کیا۔ ایڈیسن کو یقین تھا کہ برقی کاریں ہی انسانیت کا مستقبل ہیں۔ ایک عشرہ تک اس پر کام کرنے کے بعد ایڈیسن نے مزید اس پر کام کرنا چھوڑ دیا۔ برقی کاریں اس دور میں کافی مہنگی ہونے کے باعث صرف

امراء کی پہنچ میں تھیں۔

تیزی سے بدلتے عالمی منظر نامہ میں گاڑیوں کی عام عوام تک رسائی کے خواب کو ہینری نے تعبیر بخشی۔ ہینری فورڈ نے کار تک عام عوام کی پہنچ کے لیے بہت غور کیا۔ وہ ایسی کار بنانا چاہتے تھے جو تین سے چار افراد کو بٹھا کر آسانی سے سفر کر سکے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے بنائی گئی فیکٹریوں میں گاڑیوں کے پرزے جوڑنے کا عمل ان کی نظر میں بہت ساری اصلاحات کا متقاضی تھا۔ پہلی تبدیلی جو انہوں نے کی اس میں گاڑی کے ہر حصہ کو اس حصہ کے لیے مخصوص ماہر بناتا۔ جو آگے سے درجہ بدرجہ منتقل ہوتا جاتا اور یوں ایک گاڑی مکمل تیار ہوتی۔ اس تبدیلی سے گاڑیاں بنانے کے عمل میں بہت تیزی آئی اور بڑی تعداد میں گاڑیاں بنائی جانے لگیں۔ اس سے گاڑیوں کی قیمتوں میں نمایاں کمی ہوئی جس کی بدولت متوسط طبقہ یہ گاڑیاں خریدنے کے قابل ہوگیا صرف 1914ء میں فورڈ کمپنی نے دیگر تمام کاریں بنانے والی کمپنیوں کی مجموعی تعداد کی نسبت زیادہ کاریں بنا کر فروخت کیں۔ اس وقت فورڈ کی ماڈل ٹی کار کی قیمت 260 ڈالر تھی۔ جو آج کے تقریباً 650 ڈالر کے برابر ہے۔ جبکہ اس وقت ایک برقی کار کی قیمت ایک ہزار سات سو ڈالر تھی جو آج کے 43 ہزار ڈالر بنتے ہیں۔ قیمتوں کے اس فرق نے برقی کاروں کے رجحان کو تقریباً ختم کر دیا۔

ہینری فورڈ اور تھامس ایڈیسن دونوں بہت اچھے دوست تھے۔ فورڈ، ایڈیسن کی کمپنی میں کام کرتے تھے جب انہوں نے 1896ء اپنی پہلی تجرباتی برقی کار بنائی۔ تب انہیں اپنی برقی کار کمپنی (فورڈ موٹر کمپنی) بنانے کا خیال آیا۔ 1914ء میں جب یہ دونوں برقی کاریں بنانے پر کام کر رہے تھے 11 جنوری 1914ء میں نیویارک ٹائم میں فورڈ کا ایک بیان شائع ہوا جس میں ان کا کہنا تھا:

''مجھے امید ہے کہ ایک سال کے اندر ہم کمرشل بنیادوں پر برقی کاریں بنانا شروع کر دیں گے۔ میں اس بارے میں کوئی پیش گوئی نہیں کرنا چاہتا لیکن اپنا ایک منصوبہ آپ کو ضرور بتانا چاہتا ہوں۔ حقیقت میں، میں اور مسٹر ایڈیسن پچھلے کئی سال سے برقی کاریں بنانے پر ایک ساتھ کام کر رہے تھے جو سستی اور استعمال میں سہل ہوں۔ تجرباتی طور پر کاریں بنائی گئیں جن کی کارکردگی سے ہم مطمئن ہیں اور یہ گاڑیاں عام دستیابی کے لیے تیار ہیں۔ لیکن اس وقت جو مسئلہ ہے وہ زیادہ چارج کی حامل ہلکی بیٹریاں بنانا ہے جو لمبا سفر کرنے کے قابل ہوں۔ مسٹر ایڈیسن ایسی بیٹریاں بنانے پر تجربات میں مصروف ہیں۔''

انہی دنوں تھامس ایڈیس کا بھی ایک بیان شائع ہوا جس میں ان کا کہنا تھا:

''میرا یقین ہے کہ جلد یا بدیر برقی گاڑیاں پوری دنیا کے بڑے شہروں میں نقل وحمل کے لیے استعمال ہوں گی۔ برقی گاڑیاں ہماری سفری سہولیات کا مستقبل ہوں گی۔ سامان کی نقل وحمل والے تمام ٹرک الیکٹرک ہوں گے۔ میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ جلد وہ وقت آنے والا ہے جب نیویارک کے تمام ٹرک الیکٹرک ہوں گے۔''

اس قدر یقین کے باوجود الیکٹرک گاڑیاں نہ بننے کی کیا وجہ ہوئی اس بارے میں مختلف قیاس آرائیاں کی جاتی ہیں۔ کئی لوگوں کا خیال ہے کہ وہ لیب جہاں برقی کاریں تجرباتی طور پر بنائی جاتی تھیں وہاں عمداً آگ لگادی گئی جس کے باعث لیب مکمل طور پر جل کر خاکستر ہوگئی۔ بعض کے نزدیک تیزی سے ترقی کرتی آئل انڈسٹری اس کی ذمہ دار ہے جس سے وابستہ لوگ الیکٹرک گاڑیوں کی انڈسٹری کو پنپنے دینا نہیں چاہتے۔ لیکن زیادہ تقویت اس خیال کو ملتی ہے کہ فورڈ جو بیٹریاں برقی کاروں میں استعمال کرتے تھے وہ اس قابل ہی نہیں تھیں جو برقی کار کو مطلوبہ معیار تک چلا سکیں۔ حقیقت کیا ہے کوئی حتمی طور پر نہیں جانتا، وجہ کچھ بھی ہو لیکن یہ پراجیکٹ جس میں 1.4 ملین ڈالر کی خطیر رقم جھونکی گئی تھی ختم ہوگیا۔ یہ رقم آج کے 34 ملین ڈالر کے برابر ہے۔

برقی کاریں کیوں مقبول نہ ہوسکیں اس کے محرکات واضح ہیں۔ بڑی اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس دور میں بیٹری ٹیکنالوجی نے اتنی ترقی نہیں کی تھی جو گاڑیوں کو لمبے فاصلہ تک چلا سکے۔ ساتھ ہی اس وقت تیل سستا تھا اور دھوئیں کے اخراج کے نقصانات کا ادراک بھی نہیں تھا۔

یہ وہ دور تھا جب آٹو انڈسٹری میں ایک طرح سے انقلاب آیا۔ بہتر سے بہتر تیز اور طاقتور انجن بننے لگے۔ ہر چڑھتا دن گزرنے والے کی نسبت جدت لے کر آتا۔ اس انقلاب کے ساتھ عالمی ماحولیاتی آلودگی کا بھی ادراک ہونے لگا جس نے روایتی تیل کے متبادل کی طرف سنجیدگی سے سوچنے پر حضرت انسان کو مجبور کر دیا ہے۔

تیل پر انحصار ختم کرنے اور ماحولیاتی آلودگی پر قابو پانے کے لیے آج ہم اسی طرح برقی کاروں کے بارے میں سوچ رہے ہیں جس طرح ایک سو سال قبل سوچ رہے تھے۔ جدید ٹیکنالوجی کی بدولت آج ایسی برقی کاریں بنائی جاچکی ہیں جو ایک بارچارج کرنے پر سینکڑوں کلومیٹر تک کا سفر کرنے کے قابل ہیں۔ ایک صدی بعد ہی سہی تھامس ایڈیسن کی بات سچ ثابت ہو رہی ہے کہ ''برقی گاڑیاں انسانیت کا مستقبل ہیں۔''

جاوید اقبال ناصر۔مربی سلسلہ جرمنی

میرا نام رقیہ اور شفاء بھی ہے

سورۃ فاتحہ کا تعارف فاتحہ کی زبانی

اللہ تعالیٰ نے میری بلندیِ شان کے لیے مجھے سب سے پہلے قرآن کریم میں رکھا ہے۔ میں خدا تعالیٰ کے کلام پاک کی سب سے پہلی سورۃ ہوں اور میرا آغاز بھی اللہ تعالیٰ کے نام سے ہے۔ میرا پورا نام فاتحۃ الکتاب تھا لیکن لوگوں نے مختصر کر کے سورۃ الفاتحہ یا فاتحہ کر دیا ہے۔ فاتحہ کسی چیز کے کھولنے اور آغاز کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ کسی مضمون یا کتاب کا افتتاح یا ابتداء کرنے کے لیے بھی یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر میں کہوں کہ میں قرآن کریم کا دیباچہ ہوں تو یہ مفہوم بھی مجھ پر ہی چسپا ہوتا ہے۔ میں اصل میں ایک دعا ہوں۔ جو انسانوں کو سکھائی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اگر تم واقعی اس قرآن کریم سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو پہلے رب العالمین سے یہ دعا کرو۔ نبی پاک ﷺ نے میری عظمت اس قدر بلند فرمائی ہے کہ میرے پڑھے بغیر ایک نمازی کی نماز مکمل نہیں ہوتی۔ ناموں میں بھی مجھے ایک خاص مقام اور مرتبہ حاصل ہے۔ جو شاید کسی اور سورت کو حاصل نہیں۔ میرے کئی نام ہیں۔ چند ایک یوں آتے ہیں۔سورۃ الصلوٰۃ، سورۃ الحمد، سورۃ الکنز، سورۃ الکافیۃ، سورۃ الوافیۃ، سورۃ الشافیۃ، سورۃ الدعا، امّ القرآن، القرآن العظیم، فاتحۃ القرآن اور السبع المثانی ہے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کو فرمایا کہ کیا مَیں تمہیں قرآن کی عظیم الشان سورۃ مسجد سے باہر نکلنے سے پہلے نہ بتاؤں؟ چنانچہ جب آپ ﷺ مسجد سے باہر نکلنے لگے تو فرمایا۔ وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ہے۔ السبع المثانی (یعنی سات بار بار دُہرائی جانیوالی آیات) اور قرآن عظیم ہے۔ مجھے الرقیہ اور الشفاء کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ میرے بارے میں آنحضرت ﷺ نے بہت کچھ فرمایا ہے مثلاً فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل میں اُمّ القُرآن جیسی کوئی سورۃ نازل نہیں کی‘‘۔ ’’الفاتحہ میں ہر بیماری کی شفاء ہے‘‘ اور ’’ہر زہر کا علاج اِس کے اندر موجود ہے‘‘۔ احادیث میں نے ایک واقعہ آتا ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کے کچھ صحابہؓ ایک سفر پر روانہ ہوئے۔ دورانِ سفر اُنہوں نے ایک قبیلہ کے پاس پڑاؤ کیا اور اُن سے مہمان نوازی کا تقاضا کیا لیکن اُنہوں نے انکار کر دیا۔ اسی اثناء قبیلہ کے سردار کو کسی (سانپ یا بچھو) یعنی زہریلی چیز نے ڈس لیا۔ جب علاج سے اُس کو کوئی فائدہ نہ ہوا تو اُن میں سے کسی نے کہا کہ تم اس قافلہ والوں کے پاس جاؤ شاید اُن کے پاس اس کا کوئی علاج ہو۔ چنانچہ وہ آئے اور کہا کہ اے قافلے والو! ہمارے سردار کو کسی چیز نے ڈس لیا ہے۔ کیا تم میں سے کسی کے پاس اس کا علاج ہے۔ تو ایک صحابی نے کہا۔ ہاں میرے پاس ہے۔ اللہ کی قسم میں دَم کرتا ہوں۔ مگر تم نے ہماری مہمان نوازی سے انکار کیا ہے۔ لہٰذا مَیں ہرگز تمہارے لئے دَم نہ کروں گا۔ یہاں تک کہ تم ہمارے لئے کچھ انعام نہ مقرر کر دو۔ چنانچہ اُنہوں نے بکریوں کے ریوڑ میں سے کچھ دینے کا وعدہ کیا۔ اس پر اُس صحابی نے اُس سردار پر سورۃ فاتحہ پڑھ کر پھونک ماری اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ٹھیک ہو گیا۔ قبیلہ والوں نے معاوضہ کے طور پر بکریاں دیں۔ کسی نے کہا کہ اسے اب ہم آپس میں تقسیم کرتے ہیں۔ لیکن دَم کرنے والے نے کہا کہ ابھی ایسا نہ کرو۔ جب تک کہ ہم رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سلسلہ میں رہنمائی نہ لے لیں۔ چنانچہ اُنہوں نے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اس واقعہ کا ذکر کیا۔ تو آپؐ نے (دَم کرنیوالے سے) پوچھا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ رقیہ (یعنی دم کرنے والی) سورۃ بھی سورۃ فاتحہ ہے۔ اِس پر اُس نے جواب دیا کہ ایسے ہی میرے دل میں خیال آیا تھا۔ اس کے جواب پر رسول کریم ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا: تم نے ٹھیک کیا۔ بکریاں باہم تقسیم کرلو اور اپنے ساتھ میرا حصہ بھی رکھو۔

فاتحہ کے بارے میں اس زمانے کے امام صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ’’سو جانا چاہیے کہ جیسا خداوند حکیم مطلق نے گلاب کے پھول میں بدن انسانی کے لئے طرح طرح کے منافع رکھے ہیں کہ وہ دل کو تقویت دیتا ہے اور قویٰ اور ارواح کو تقویت بخشتا ہے اور کئی اور مرضوں کو مفید ہے۔ ایسا ہی خداوند کریم نے سورۃ فاتحہ میں تمام قرآن شریف کی طرح روحانی مرضوں کی شفا رکھی ہے۔ اور باطنی بیماریوں کا اس میں وہ علاج موجود ہے کہ جو اس کے غیر میں ہرگز نہیں پایا گیا‘‘۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ 405، روحانی خزائن جلد 1)

حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ اپنی کتاب میں الحمد للہ لکھ کر دینے کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’ایک شخص کا حیدر آباد کی طرف سے خط آیا اور وہ غیر احمدی تھا۔ لکھا کہ ایک تعویذ اپنے دست مبارک سے لکھ کر مجھے بھیج دو۔ حضرت اقدسؑ نے مجھے فرمایا۔ صاحبزادہ صاحب ہمیں تو تعویذ لکھنا نہیں آتا۔ لاؤ الحمد شریف لکھ دیں اسی میں ساری برکتیں ہیں۔ آپؑ نے الحمدُ لکھ کر مجھ کو دیدی اور فرمایا خط میں بھیج دو‘‘

(تذکرۃ المہدی حصہ اوّل صفحہ 185)

حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ ایک اور واقعہ حضرت مسیح موعودؑ کے بارے میں تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’حضرت اقدسؑ کبھی تعویز آج کل کے درویشوں، فقیروں، مولویوں کی طرح سے نہیں لکھتے تھے۔ پانچ چار دفعہ آپ کو تعویذ لکھنے کا کام پڑا۔ اور وہ یوں پڑا ہے۔ کہ خلیفہ نورالدین صاحب ساکن جموں کو اولاد نہیں ہوتی تھی۔ انہوں نے اولاد کے بارہ میں دعا کروائی۔ آپؑ نے فرمایا! ہاں ہم دعا کریں گے۔ خلیفہ صاحب نے عرض کی کہ ایک تعویذ مرحمت ہو جائے۔ فرمایا لکھ دیں گے۔ پھر ایک دفعہ عرض کی فرمایا ہاں یاد دلا دینا لکھ دیں گے۔ اب خلیفہ صاحب نے ادب سے تعویذ کے لیے خود عرض کرنا مناسب نہ جانا۔ اور جناب حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد سلمہ اللہ تعالیٰ چھوٹے سے تھے۔ اُن سے کہا کہ تم تعویذ حضرت اقدسؑ سے لا دو۔ اُن کو حضرت اقدس علیہ السلام کے پیچھے لگا دیا۔ یہ جب جاتے تو کہتے ابّا۔ خلیفہ جی کے واسطے تعویذ لکھ دو۔ دو چار دفعہ تو ٹالا لیکن یہ پیچھے لگ گئے۔ ایک دن انہوں نے کہا ابّا تعویذ لکھ دو۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمیں تو تعویذ لکھنا نہیں آتا۔ محمود کو جس بات کی ضد پڑ جاتی ہے مانتا نہیں۔ تعویذ لکھ کر دیا۔ آپ نے معہ بسم اللہ تمام الحمد للہ لکھ کر تعویز محمود صاحب کو دیدیا۔ یہ لے کر خلیفہ جی کو دے آئے۔ بس تعویذ کا باندھنا تھا کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے بہ طفیل دعاء مسیح، ان کی بیوی حاملہ ہوئی اور لڑکا پیدا ہوا۔‘‘

(تذکرۃ المہدی حصہ اوّل صفحہ 184۔ 185)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں۔

’’سورہ فاتحہ شفا ہے کہ اس میں تمام اُن وساوس کا ردّ ہے جو انسان کے دل میں دین کے بارہ میں پیدا ہوتے ہیں اور وہ رُقیۃ ہے کہ علاوہ دَم کے طور پر استعمال ہونے کے، اس کی تلاوت شیطان اور اس کی ذریت کے حملوں سے انسان کو بچاتی ہے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 1 صفحہ 4)

اسی طرح حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کا ایک واقعہ آتا ہے جس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فاتحہ میں شفاء ہے۔ چنانچہ آپؓ فرماتے ہیں کہ: ’’ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب۔۔۔ کو مجھ پر ابتداء میں حسن ظن تھا۔۔۔ ایک دفعہ اُن کا چھوٹا لڑکا بشیر حسین بعمر چھ سات سال سخت بیمار ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب خود بھی توجہ سے اُس کا علاج کرتے۔ اور دوسرے ماہر ڈاکٹروں اور طبیبوں سے بھی اُس کے علاج کے لئے علاج مشورہ کرتے تھے۔ لیکن بچے کی بیماری دن بدن بڑھتی چلی گئی۔۔۔ اس نازک حالت میں ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ نے بڑے عجز و انکسار اور چشم اشکبار سے مجھے بچہ کیلئے دُعا کے واسطے کہا۔۔۔ مَیں نے کہا کہ مَیں دُعا کرتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ آپ سب بشیر کی چارپائی کے پاس سے دوسرے کمرے میں چلی جائیں۔ اور بجائے رونے کے اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا میں لگ جائیں۔ اور بشیر حسین کی چارپائی کے پاس جائے نماز بچھا دیا جائے۔ تا مَیں دُعا میں اور نماز میں مشغول ہو جاؤں۔۔۔ مجھے اُس وقت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان فرمودہ قبولیتِ دُعا کا گُر یاد آ گیا۔ اور میں کمرہ سے باہر نکل کر کیلیانوالی سڑک کے کنارے جا کھڑا ہوا۔ اور ضعیف اور بوڑھی غریب عورت کو جو وہاں سے گزر رہی تھی آواز دے کر بُلایا۔ اس کی جھولی میں روپیہ ڈالتے ہوئے اُسے صدقہ کو قبول کرنے اور مریض کیلئے جن کے واسطے صدقہ دیا تھا دُعا کرنے کیلئے درخواست کی۔ اس کے بعد مَیں فوراً مریض کے کمرے میں واپس آ کر نماز و دُعا میں مشغول ہو گیا۔ اور سورہ فاتحہ کے لفظ لفظ کو خدا تعالیٰ کی خاص توفیق سے حصولِ شفا کے لئے رِقّت اور تضرّع سے پڑھا۔ اس وقت میری آنکھیں اَشکبار اور دِل رقّت اور جوش سے بھرا ہوا تھا اور ساتھ ساتھ ہی مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی شانِ کریمانہ کا جلوہ ضرور دکھائے گا۔ پہلی رکعت میں مَیں نے سورہ یٰسین پڑھی اور رکوع و سجود میں بھی دُعا کرتا رہا۔ جب مَیں ابھی سجدے میں ہی تھا کہ بشیر حسین چارپائی پر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا کہ میرے شاہ جی کہاں ہیں۔ میری ماں کہاں ہے۔ مَیں نے اُس کی آواز سے سمجھ لیا کہ دُعا کا تیر نشانے پر لگ چکا ہے اور باقی نماز اختصار سے پڑھ کر سلام پھیرا۔ مَیں نے بشیر حسین سے پوچھا

بقیہ صفحہ 9 پر

ایک عزیز کے نام تحریر

ماں تو ماں ہوتی ہے!!!!

ماں کے رشتے سے بندھے ربوبیت کے تار سدھانے کی جانے آج کیا سوجھی ہے کہ بے اختیار اس بحرِبے کنار میں غوطہ زنی کرنے کو چلا ہوں۔ ماں کے رشتے کی شروعات صرف ماں بننے سے نہیں ہوتی بلکہ دنیا میں آنے والی ہر بچی بچپن سے ہی گڑیوں کو گود لے کر گویا اپنی ممتا کا احساس دلانے لگتی ہے۔ جبکہ اسی عمر کے لڑکے بالعموم گھر سے باہر کھیل کود میں مشغول رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

یہ بھی ایک سچ ہے کہ دنیا کی ہر ماں کسی بھی دوسری ماں سے مختلف ہوتی ہے۔ اس اختلاف کی بنیادی وجہ ہر ماں کے بچپن سے شادی تک مختلف حالات، تعلیم، ماں باپ اور بہن بھائی اور عزیز رشتہ داروں سے گھریلو تعلقات اور پھر سسرالی رشتہ داروں سے تعلقات اور ان سب کا ہمہ وقت نبھانا ہر ماں کو ایک مختلف ماں بنا دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک بنیادی تقسیم ماؤں کی مصروفیات کے حوالہ سے گھرداری اور نوکری کرنے والی ماؤں کی ہے۔ یہ ایک لازمی امر ہے کہ گھرداری والی ماؤں کے بچے بالعموم زیادہ سگھڑ اور گھریلو مزاج کے ہوتے ہیں جبکہ بالعموم نوکری کرنے والی مائیں کیونکہ گھر پر کم وقت دے پاتی ہیں اس لئے ان کے بچے بسا اوقات تعلیم جیسے بنیادی ہنر اور قابلیت سے بھی محروم رہ جاتے ہیں۔

یہ بھی ایک نعمتِ عظمیٰ ہے کہ کسی کی ماں بیک وقت نوکری بھی کرتی ہو اور گھرداری بھی اور اس کی سلیقہ شعاری کا ایک زمانہ معترف ہو۔ میں بھی خود کو ایسے ہی خوش نصیبوں میں شمار کرتا ہوں کیونکہ میری والدہ نے عمر بھر نوکری بھی کی اور گھرداری کے ساتھ ساتھ مہمانوں اور بالخصوص سسرالی مہمانوں کی مہمان نوازی کا حق بھی ادا کیا۔ ہمارے گاؤں میں کسی کو بھی کوئی تکلیف ہوتی یا ڈاکٹر کو دکھانا ہوتا تو سب سے پہلے میری والدہ کا نام ہی زبان پر آتا اور ربوہ کی طرف عازمِ سفر ہو جاتے اور جیسے کہ گاؤں کا عمومی رواج ہے کہ کوئی ہسپتال میں داخل ہو تو اسکا پتہ لینے اکثر قریبی عزیز وں کا تانتا بندھا رہتا ہے اسی طرح میری والدہ کی مصروفیت ان دنوں میں اس قدر بڑھ جاتی کہ کالج جانے سے پہلے سب مہمانوں کا ناشتہ تیار کر کے واپسی پر دوپہر کے کھانے کی فکر اور ساتھ ساتھ مریضوں کی پرہیزی تو بنتی ہی تھی۔ اس سب کے باوجود آپ کی زبان پر کبھی بھی حرفِ شکایت تو دور کسی بھی مہمان کی دل آزاری کا خدشہ بھی کبھی پیش نہ آنا میری والدہ کے وسعتِ حوصلہ اور بشاشتِ قلبی کا ایک انمول مظاہرہ تھا۔

ایک ماں کے جذبات کو سمجھنا شاید اولاد کے لئے اس وقت تک ناممکن ہوتا ہے جب تک وہ خود ماں یا باپ کے درجہ تک نہ پہنچ جائیں۔ اس تحریر کے لکھنے کا ایک فوری محرک شاید گزشتہ دنوں میرے ایک عزیز کی فون کال تھی جس نے مجھے بتایا کہ اس کی اپنی والدہ سے کچھ ناراضگی ہوگئی ہے اور اس کا اس کی والدہ دونوں کا قصور ہے۔ اس کی بات سنتے ہی میں نے اسے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ سارا قصور ہی اس کی والدہ ہے کیونکہ اس کی والدہ نے اس کے والد سے خلع لینے کے بعد اسے ماں اور باپ دونوں بن کر پالا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس کی ماں کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ جب اس نے خود بھوکی رہ کر اسے کھلایا اور اس کی اعلیٰ تعلیم کے لئے نہ جانے کیا کیا جتن کئے اور ہر عید پر اس کی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے کس قدر کرب میں راتیں کاٹیں اور آج وہ اس قدر عقلمند ہو گیا ہے کہ اسے اپنی ماں کا قصور نظر آنے لگا ہے۔ میرے جواب نے شاید اسکے وجود پر سکتہ طاری کر دیا تھا اس لئے میں نے خود ہی اسے کہا کہ فوراً اپنی والدہ سے معافی مانگو اور جیسے بھی ہو انہیں راضی کر لو۔

دراصل ماں کی ذات ہر لحہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہونے کے باوجود زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ ہماری آنکھوں سے اوجھل رہتی ہے۔ ماں کی وہ قربانیاں جو ہمارے ہوش سنبھالنے سے پہلے وہ کر چکی ہوتی ہے خود ماں یا باپ بننے کے بعد ان عظیم قربانیوں کا احساس ہوتا ہے مگر بہت سے احباب کے لئے یہ احساس ایک ندامت بن جاتا ہے کیونکہ احساس کے بعد ماں کے وجود کو کھو چکے ہوتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ اگر اولاد ایسی خوش نصیب ہو کہ ماں کے ساتھ یادوں کا ایسا گلدستہ سمیٹ لے کہ جب دل چاہے اس کی مہک سے مستفیذ ہو جائے۔ شاید ماں ہی وہ لفظ ہے کہ جس کے سنتے ہی ہر وہ سعادت مند وجود جو اس خزانہ کو بارگاہِ ایزدی کے سپرد کر چکا ہے جانے کیوں اس کی آنکھوں کو جیسے آشوبِ چشم کی بیماری لگ جاتی ہے آنسوؤں کی اس نہ تھمنے والے تیز و تند برساتی بارش کا ایک فائدہ تو ضرور ہوتا ہے کہ ماں کا وجود سینے سے لگانے کے لئے ہو نہ ہو مگر دل کی تسکین اس غبار کے بہہ جانے سے ضرور ہو جاتی ہے اور ایسی کیفیت میں دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئیں دعائیں اور صدائیں ضرور ماں کی ربوبیت کے بدلے میں خدا کے رحم کو جوش دلانے کا سبب بنتی ہیں۔

رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيۡ صَغِيۡرًا

طالبِ دعا

وقار احمد بھٹی

بقیہ: میرا نام رقیہ اور شفاء بھی ہے..... از صفحہ 8

کہ کیا بات ہے۔ اُس نے کہا میں نے پانی پینا ہے۔ اتنے میں بشیر کی والدہ آئیں اور کمرے سے باہر سے ہی کہنے لگیں کہ مولوی صاحب! آپ کس سے باتیں کر رہے تھے۔ مَیں نے کہا کہ اندر آ کر دیکھو۔ جب وہ پردہ کر کے کمرہ میں آئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ عزیز بشیر چارپائی پر بیٹھا ہے۔ اور پانی مانگ رہا ہے۔ تب انہوں نے اللہ تعالیٰ کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور بچے کو پانی پلایا‘‘۔

(حیات قدسی جلد پنجم صفحہ 491تا492)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’سورۃ فاتحہ میں یہ خواص ہیں کہ وہ بڑی بڑی امراض روحانی کے علاج پر مشتمل ہے اور تکمیل قوت علمی اور عملی کے لئے بہت سا سامان اس میں موجود ہے اور بڑے بڑے بگاڑوں کی اصلاح کرتی ہے۔۔۔سالک کے دل کو اس کے پڑھنے سے یقینی قوت بڑھتی ہے اور شک اور شبہ اور ضلالت کی بیماری سے شفا حاصل ہوتی ہے‘‘۔

(روحانی خزائن جلد 1۔ براہین احمدیہ حصہ چہارم 398)

اس ترقی یافتہ دور میں بھی بعض ہسپتالوں میں قرآن تھیراپی کی جاتی ہے۔ جس میں سورت فاتحہ اور چند اور سورتوں کی تلاوت اُونچی آواز سے کی جاتی اور مختلف بیماریوں میں مبتلا مریض شفاء پا رہے ہیں۔

آج کے فیج عوج کے زمانہ میں زبردستی ثواب حاصل کرنے کی غرض سے فاتحہ کا غلط استعمال بھی ہو رہا ہے۔ جس سے بدعات اور رسومات جنم لے رہی ہیں۔ جسے فاتحہ پڑھنا، فاتحہ کرنا، فاتحہ خوانی یا رُسُومِ فاتحہ کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس میں کسی شخص کے مرنے کے تیسرے دن اُس کے ایصال ثواب کے لیے مل بیٹھ کر درود شریف اور فاتحہ وغیرہ پڑھی جاتی ہے اور کھانا تقسیم کیا جاتا ہے اس عمل سے سمجھا یہ جاتا ہے کہ اس کا ثواب مرنے والے کی روح کو ہوگا۔ لیکن نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کے عمل سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے فاتحہ خوانی کے بارے میں سوال ہوا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

’’نہ حدیث میں اس کا ذکر ہے نہ قرآن شریف میں نہ سنت میں‘‘

(بدر 19 اپریل 1906 صفحہ 3 بحوالہ فقہ المسیح صفحہ 390)

فرمایا ’’یہ درست نہیں۔ بدعت ہے۔ آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں کہ اس طرح صف بچھا کر بیٹھتے اور فاتحہ خوانی کرتے تھے‘‘۔

(البدر 16 مارچ 1904 صفحہ 6 بحوالہ فقہ المسیح صفحہ 391)

فاتحہ کے بارے میں ضرب المثل اور محاورے:

ضرب المثل اور محاورں میں بھی فاتحہ بہت مشہور ہے۔ جن میں سے چند ایک یوں ہیں: ’’اُس پر فاتحہ پڑھو‘‘۔ اُس وقت استعال کیا جاتا ہے جب کسی کام سے نااُمیدی اور مایوسی ہو جائے۔ ’’اٹکل کی فاتحہ دینا‘‘۔ بے سوچے سمجھے باتیں کرنا یا کبھی کچھ کہنا اور کبھی کچھ اور کہنا۔ ’’فاتحہ نہ دُرُود کھانے کو موجود‘‘۔ بغیر محنت اور کام کے کھانے کو تیار رہنا یا کام نہ کرنے کے باوجود اپنی اُجرت کا مطالبہ کرنا۔ ’’ہم ابھی سے فاتحہ کے لیے ہاتھ اُٹھاتے ہیں‘‘۔ جب کوئی جُھوٹ مُوٹ یا مذاق سے مرنے کی دھمکی دے تو اُس وقت یہ محاورہ استعال کیا جاتا ہے۔ ’’فاتحہ نہ دُرُود مر گئے مَرْدُود‘‘۔ بُرے و بے ایمان کی موت پر اس محاورے کو استعمال میں لایا جاتا ہے۔ ’’فاتحہ نہ دُرُود کھا گئے مَرْدُود‘‘۔ نااہل اور نکمے لوگ چیز کو ضائع کر دیتے ہیں کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ ’’جیسا تیل کا ملیدہ وَیسے اَٹکل کا فاتحہ‘‘۔ بد انتظامی و بدعملی ہو تو نتیجہ بھی بُرا ہی نکلتا ہے یعنی بُرے کام کا بُرا نتیجہ ہونا۔ ’’بھٹیاری کے تنور پہ نانا کی فاتحہ یا حلوائی کی دُکان پر دادا جی کی فاتحہ‘‘۔ دوسرے کے مال کو اپنا سمجھ کر بغیر سوچے سمجھے اور بے دریغ خرچ کرتے جانا۔

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

رپورٹ فہیم احمد خادم۔نمائندہ روزنامہ الفضل آن لائن گھانا

مقابلہ کوئز Current Affairs جامعۃ المبشرین گھانا

محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجلس علمی جامعۃ المبشرین گھانا کو دوران ماہ تعلیمی سال 2021ء کا مقابلہ کوئز Current Affairs مؤرخہ 11 جولائی بروز اتوار کروانے کی توفیق ملی۔ جامعہ کے ہال کو اور سٹیج کو بینرز سے سجایا گیا۔طلباء کو مسابقت کی غرض کے لئے چار گروپس میں تقسیم کیا گیا ہے،صداقت،امانت،دیانت اور شجاعت۔ ہر گروپ سے تین تین طلباء نے حصہ لیا۔ یہ مقابلہ گروپ کی بنیاد پر تھا۔ پروگرام کا آغاز تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا جو عزیزم طاہر نورالدین نے کی جو گھانا سے ہیں۔سیکرٹری مجلس علمی عزیزم احمد کولیبالی نے مقابلہ کے قواعد پڑھ کر سنائے۔اس مقابلہ کے منصفین مکرم حافظ لبیب عبداللہ صاحب استاذ جامعۃ المبشرین گھانا اور مکرم عبدالرحمٰن صاحب اکاؤنٹنٹ جامعۃ المبشرین گھانا تھے۔ دونوں کا تعلق گھانا سے ہے۔اس مقابلہ میں شجاعت گروپ اول رہا۔ مکرم حافظ لبیب عبداللہ صاحب نے نتیجہ کا اعلان کیا اور اختتامی دعا کروائی۔

چھوٹی مگر سبق آموز بات

ہمیں اپنے بیڈز (beds) اور چارپائیوں کو ترتیب دیتے وقت قبلہ کی تعظیم کا خیال رکھنا چاہئے تا کہ ہمارے پاؤں سوتے اور آرام کرتے وقت قبلہ کی طرف نہ ہوں-ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا گیا کہ قبلہ شریف کی طرف پاؤں کر کے سویا جائے تو جائز ہے کہ نہیں ۔فرمایا:

”یہ ناجائز ہے کیونکہ تعظیم کے برخلاف ہے۔“

سائل نے عرض کی کہ احادیث میں اس کی ممانعت نہیں آئی۔

فرمایا:

”یہ کوئی دلیل نہیں ہے۔اگر کوئی شخص اسی بنا پر کہ حدیث میں ذکر نہیں ہے اس لئے قرآن شریف پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہوا کرے تو کیا یہ جائز ہو جاوے گا؟ ہرگز نہیں۔

وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّہَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ (الحج:33)“

(الحکم 31 جولائی 1904ء صفحہ 14)

مدیحہ مصّور کاہلوں۔ ریجائنا، کینیڈا

طلوع وغروب آفتاب

17 ستمبر 2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:52	18:22
مدینہ منورہ	04:50	18:23
قادیان	04:52	18:32
ربوہ	04:32	18:12
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:12	19:13

آج کی دعا

فَنَسۡئَلُ اللّٰہَ تَعَالٰی خَیۡرَھُمۡ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ اَللّٰھُمَّ اھۡدِھِمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡکَ وَاجۡعَلۡ لَّھُمۡ حَظًّا کَثِیۡرًا فِیۡ دِیۡنِکَ وَاَجۡذِبۡھُمۡ بِحَوۡلِکَ وَقُوَّتِکَ لِیُؤۡمِنُوۡا بِکِتَابِکَ وَرَسُوۡلِکَ وَیَدۡخُلُوۡا فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا اٰمِیۡنَ ثُمَّ اٰمِیۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ (مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 25)

ترجمہ: ہم اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت میں ان کی بھلائی کے طلب گار ہیں۔ اے اللہ ان کو ہدایت دے اور روح القدس سے انکی تائید فرما۔ اور اپنے دین کا بہت زیادہ حصہ انکو عطا کر اور اپنی قوت وطاقت سے اپنی طرف ان کو کھینچ لے تا کہ وہ تیری کتاب اور تیرے رسول پر ایمان لائیں اور اللہ کے دین میں فوج در فوج شامل ہوں۔ آمین ثم آمین ۔سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ یہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے دعا ہے۔

ہمارے پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسلسل بنی نوع انسان کے لئے دعا کی تحریک فرما رہے ہیں ۔آپ فرماتے ہیں:

”بنی نوع انسان کے لیے دعا کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ سکیں۔ دنیا جس تباہی کی طرف جا رہی ہے اللہ تعالیٰ انہیں عقل دے کہ اس تباہی کے گڑھے میں گرنے سے بچ سکیں اور اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں اور اپنی حالتوں کو بدلنے والے ہوں ورنہ ایک بہت بڑی تباہی منہ پھاڑے کھڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی رحم فرمائے۔“

(خطبہ عید الاضحیٰ سیّدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 21/ جولائی 2021ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن